جون - جی - بورڈی

ترجمہ *سندھ پر عالمی مذاکرہ میں پڑھا گیا*

پروفیسر وائی - ایس - طاہر علی

سندھی مخارج اصوات کی تاریخ وار داستان

سندھی انڈویوروپی زبانوں میں سے ایک زبان ہے۔ ان زبانوں کو گریرسن (GRIERSON) نے شمالی مغربی مجموعہ یا انڈو آریائی دیسی زبانوں[1] کا بیرونی حلقہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ زبانیں برصغیر ہند و پاکستان میں بولی جاتی ہیں۔ سندھی کا قریب ترین رشتہ لہندا/ ملتانی سے ہے۔ مزید براں سندھی میں اور وادیٔ سندھ کے قرب و جوار کی دوسری زبانوں میں یگانگت پائی جاتی ہے۔ بحیثیت ایک انڈو یوروپی زبان کے اس میں اور انگریزی، روسی، یونانی، فارسی وغیرہ میں بہت کچھ ایک جیسی باتیں ملتی ہیں۔ گرچہ یہ باتیں گھٹتی جاتی ہیں۔ جوں جوں دریائے سندھ کے دہانے سے فاصلہ بڑھتا جاتا ہے، ان تمام باتوں سے سندھی زبان کی ساخت اور نشو و نما پر کافی روشنی پڑتی ہے اور سندھی زبان کی تاریخی حیثیت کا اندازہ بھی ہو جاتا ہے۔ ایک زبان کے ابتدائی حالات اور اس سے ماقبل والی زبانوں کا وجود اور ان کی انوکھی خصوصیتوں کا پایا جانا ایک مشترکہ بنیاد فراہم

۱؎ جی۔ اے۔ گریرسن: شمال مغربی گروہ لنگوسٹک سروے آف انڈیا۔ جلد ہشتم صفحہ ۴۔ کلکتہ سنہ ۱۹۱۹ء

کرتے ہیں تاکہ چھان بین کی جا سکے ۔ اور پتہ لگایا جا سکے کہ ارتقاء کی منزل قدیم ہے یا جدید۔ اگر کسی غیر معمولی نکتے پر نظر پڑے تو اس کی نشان دہی بھی ازبس ضروری ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس نشان دہی سے ہمیں ہم رشتہ زبانوں کے قرب و بعد کا پتہ چلتا ہے۔

ایسی ہی ایک نشان دہی بولتے وقت سانس کو اندر لے جانے کی ہے جسے ہم داخلی صوت کہتے ہیں ۔ سندھی کے مخارج اصوات میں اس داخلی صوت کی خاص اہمیت ہے اور یہ مخارج اصوات کے چار آوازوں کے درمیان ایک حد فاصل ہے۔ ان کی مثالیں یہ ہیں :۔

ب : پارٹ ← جلانا[1]
ڈ : ڈیٹ ← دینا
ج : جاری ← مچھلی پکڑنے کے جال
گ : گیرٹ ← پانی میں گھل جانا

ان داخلی اصوات کے استعمال سے سندھی وقفہ والے آوازوں میں تین قسم کے اختلافات رونما ہوتے ہیں ۔ ایک اختلاف آواز اور عدم آواز کا ہے۔ دوسرا آواز کو پھونک سے ادا کرنا یا نہ کرنا ہے۔ تیسرا دم کشی یا عدم دم کشی کا ہے۔ ماسوا اس کے حروف تہجی کی صوتی وضاحت کے لیے سندھی میں پانچ مقامات ہیں ۔ شفوی ، نطعی ، اسلی ، حنکی اور لثوی۔ ان تمام باتوں کی وجہ سے وقفوں کا ایک ڈھانچہ ہو جاتا ہے جو چوبیس[24] آوازوں[2] پر مشتمل ہے۔

---

[1] اس مضمون میں کتابت کا طریقہ وہی ہے جو I.P.A والا ہے ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ حرفوں کے نیچے جو کشیدہ خط ہیں وہ داخلی اصوات بتاتے ہیں بمقابلہ خارجی اصوات کے۔

[2] سندھی میں نطعی وقفے کے لیے کوئی داخلی صوت نہیں ہے۔ میں ایک لفظ فعل بنانا چاہتا ہوں وہ ہے جس کے معنی ہیں بعض غیر یقینی باتوں سے کوئی ممکن بات ہو جانا۔

داخلی اصوات کے متعلق یہ ایک عجیب بات ہے کہ وہ افریقی زبانوں کے سوا دوسری زبانوں میں کہیں کہیں پائے جاتے ہیں۔ انڈو یوروپی زبانوں میں کبھی کبھار مستعمل ہوتے ہیں اور وہ بھی حکایت الصوت کے طور پر کہ جس کا اطلاق معدودے چند واقعات پر ہوتا ہے۔ البتہ ان کا استعمال براعظم ایشیا کی کئی زبانوں میں ہے۔ (TURNER) ٹرنر[1] کا بیان ہے کہ M صوت کی ادائیگی مگر کورا میں (جو نیپال کی منگولی زبان ہے) فم حلق بند کر کے کی جاتی ہے۔ TROUBETZKOY[2] کا بیان ہے کہ کوہ قاف والی کئی زبانوں میں داخلی اصوات کے وقفے ہوتے ہیں اور ان کی کوئی آواز نہیں ہوتی۔ یہ صرف لب و لہجہ کو زوردار بناتے ہیں اور بعض بعض حالات میں ان کے بالمقابل خارجی اصوات سے بالکل جداگانہ ہوتے ہیں۔ خوب چندانی[3] داخلی اصوات کو راجستھانی، گجراتی اور ملتانی[4] میں

---

[1] R. L. TURNER :- THE SINDHI RECURSIVES لندن یونی ورسٹی مجلہ اسکول آف اورینٹل اینڈ افریقن اسٹڈیز جلد سوئم حصہ دوئم صفحہ ۳۱۵-۳۰۱ لندن ۱۹۲۴ء

[2] TROUBETZKOY :- LES CONSONNES LATERALES DES LANGUES CAUCASIQUES - SEPTENTRIONALES BULLETIN DEL'A SOCIETE DE LINGUISTIQUE DE PARIS. جلد ۲۳ صفحہ ۲۰۴ - ۱۸۴ پیرس ۱۹۲۲ء

[3] ایل۔ خوب چندانی : THE PHONOLOGY AND MORPHOPHONEMICS OF SINDHI ۔ ایم۔اے کا مقالہ جو غیر شائع شدہ ہے۔ صفحہ ۱۲ یونی ورسٹی آف پین سلوانیا ۱۹۶۱ء۔

[4] بہری (BAHRI) نے ہندی زبان کے بارے میں مطالعہ کرتے ہوئے داخلی اصوات کی طرف کہیں اشارہ نہیں کیا ہے۔ اگرچہ SMIRNOV نے ہندی زبان میں داخلی اصوات کے لیے سندھی تحریر کا استعمال کیا جانا بتایا ہے SMIRNOV نے یہ باتیں لکھ کر یہ ثابت کیا ہے کہ وہ دہرائے ہوئے وقفے ہیں دیکھیے H. BAHRI : ہندی صوتیات۔ بھارتی پریس (دوسری اشاعت) الہ آباد۔ ۱۹۶۲ء۔

ان کے مقابل خارجی وقفوں سے مختلف بتاتا ہے۔ ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ سندھی زبان کا اثر چند حالات میں کارفرما رہا ہے۔

انگریزی میں بھی ایسے داخلی اصوات ہیں گرچہ وہ حکایت الصوت یا نقالی کے لیے محدود ہیں۔ اگر انگریزی زبان کا صوتیاتی تجزیہ کیا جائے تو داخلی اصوات خارج کر دیئے جائیں گے کیوں کہ ان کا تعلق حرکتِ جسم یا اشاروں سے ہے وہ یہ ہیں:۔

P (پ) چٹاخا یا چٹخارہ (بوسہ دینے کی آواز)

T (ٹ) (ہائے افسوس)

L چک چک (گھوڑوں کو بلانے کی آواز)

G (گ) قُلقُل کی آواز (بوتل سے پانی یا کوئی سیال چیز نکلنے کی آواز)

یہ تمام داخلی اصوات خواہ سندھی کے ہوں یا انگریزی کے یا مگرکورا کے، منہ کے اگلے اور پچھلے حصے کو بند کرکے اور پھر جنجرہ یا زبان کو نیچے کر کے منہ میں ایک خلا پیدا کرنے سے ہوتے ہیں۔ جوں ہی یہ خلا پیدا ہوتا ہے منہ کھول دیا جاتا ہے تاکہ باہر سے ہوا یکایک داخل ہو جائے اور بنا آواز کے داخلی اصوات پیدا ہوں۔ آواز والے داخلی اصوات فم حلق کو کھول دیتے ہیں اور پھیپھڑوں سے ہوا باہر نکلنے لگتی ہے۔ اور ایک آواز پیدا ہوتی ہے۔ یہ داخلی اصوات منہ کے کھلنے اور ہوا کے یکایک داخل ہونے سے ہوتی ہیں چونکہ ہوا ایک مختصر وقت کے لیے داخل ہوتی ہے لہٰذا داخلی اصوات خارجی اصوات کے مقابلے میں بہت چھوٹی ہوتی ہیں۔ طیف پیما آلہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سندھی زبان کی داخلی اصوات کی مدت خارجی اصوات کے وقفوں کے مقابلہ میں پانچویں حصے سے لے کر آدھے حصے تک ہوتی ہے۔ داخلی اصوات اور خارجی اصوات کے تنوّجنت یا جوڑے بنائے جائیں اور پھر بولتے وقت ان کا حساب لگایا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ان کی مدت ایک نقطہ کے چوتھے حصے کے برابر ہوتی ہے۔ اس اختصار کی وجہ سے وہ بسا اوقات سنائی بھی نہیں دیتے۔ سندھی بولنے والے حضرات اُس کی تلافی دو طریقوں سے کرتے ہیں۔ ایک طریقہ تو عضلات کے کھنچاؤ کو بڑھانے کا ہوتا ہے تاکہ داخلی اصوات

کی آوازوں میں توانائی پیدا ہو اور اس مختصر مدت میں وہ اس کے خارجی اصوات والے ساتھی سے زیادہ زوردار ہوں گے۔ دوسرا طریقہ داخلی اصوات کی جگہ خارجی اصوات سے کام لینے کا ہے۔ مدت کو بڑھانے سے آواز میں زور پیدا ہوتا ہے داخلی اصوات کو لمبایا نہیں جا سکتا کیوں کہ ان کی ترتیب اور ادائیگی کا طریقہ نرالا ہے۔ مدت کو بڑھانے سے گرچہ سماعت کی قوت بڑھ جاتی ہے مگر لفظی امتیازات مٹ جاتے ہیں۔ تبادلہ کرنے سے امتیازات کمزور پڑ جاتے ہیں اور غالباً داخلی اصوات کا آغاز ثانوی ہو جاتا ہے۔ بلاشک داخلی اصوات روزمرہ کی بول چال میں کتنے ہی اہم ہوں لیکن زبان کے لیے ان کی خصوصیت بنیادی نہیں ہے۔ پھر بھی ان کا وجود اس بات کی دلیل ہے کہ عملی طور پر ان کی اہمیت ضرور ہے۔

اگر داخلی اصوات بہت ہی کم ہیں اور غیر معمولی ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کا آغاز کیسے ہوا۔ یہ سوال ایسا ہی ہے جیسا کہ قدیم غیر مروجہ زبانوں کے آغاز کا سوال ہے۔ بولنے کا طریقہ یا اس کی کوئی امتیازی خاصیت اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کے جسم میں آواز پیدا کرنے کی قوت موجود ہے۔ یہ بھی آسانی سے کہا جا سکتا ہے کہ انسان میں آواز پیدا کرنے کے جو آلات موجود ہیں وہی ابلاغ و تبلیغ کے لیے ہر جگہ موجود اور مستعمل ہیں اور مستعمل کیے گئے ہیں۔ ایک اور نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو کسی خصوصیت کا وجود اس کے ظہور کے زمانہ کی تاریخ بتاتی ہے اگرچہ وہ خصوصیت دوسری زبانوں میں بھی مشترک ہو۔ اس کی مثال ہمیں (Azure) میں یا (Measure) میں یا (Beige) میں (ژ) کی وجہ سے ملتی ہے۔ یہ تمام الفاظ فرانسیسی زبان کے ہیں۔ دخیل الفاظ کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ دوسرے معنی میں کب مستعمل ہوئے۔

کیا ہم سندھی میں اس خصوصیت کی تاریخ متعین کر سکتے ہیں؟ چونکہ یہ الفاظ دوسری انڈو یورپی زبانوں میں اتفاقی طور پر آتے ہیں لہذا وہ ہم جنس زبانوں میں صوتیاتی طور پر ایک دوسرے کے ساتھ ہم آواز ہو سکتے ہیں یا وہ غیر معمولی طور پر

پیدا ہو سکتے ہیں یا ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی اگلی زبان سے مستعار لیے گئے ہوں۔ سب سے آخر والی بات کا امکان ہو ہی نہیں سکتا۔ کیوں کہ یہ داخلی اصوات ان زبانوں میں ہے ہی نہیں جن سے سندھی زبان کو تاریخی تعلق ہے۔ بالفعل اگر ایسا کوئی تعلق ہو بھی تو اس کے لیے ہمارے پاس کوئی سند نہیں۔ سندھی اور پنجابی کے رشتے کا خیال کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ داخلی اصوات کا ہونا سندھی زبان کی مابہ الامتیاز خصوصیت ہے گرچہ ان کا اشتقاق اگلی زبانوں سے ہوا ہو۔ سندھی میں بھی سنسکرت کے مانند آواز نکالنے کے پانچ مقامات ہیں۔ پھر مزید طرہ یہ کہ ان مقامات میں سے ہر مقام پر سانس نکالنے اور آواز پیدا کرنے کی ایک خصوصیت ہے۔ ہندی اور مرہٹی عقلی دلائل کی بنا پر سنسکرت سے نکلی ہوئی زبانیں سمجھی جائیں تو ان میں بھی آواز نکالنے کے پانچ مقامات ہیں اور سانس لینے اور آواز پیدا کرنے کی خصوصیتیں ہیں۔ بلاخ[1] کا کہنا ہے کہ بیشتر موجودہ ہندوستانی زبانوں میں سنسکرت کے وقفے آج دن تک ہو بہو موجود ہیں۔ چنانچہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس ڈھانچے میں سندھی نے ایک عجیب وغریب اضافہ کیا ہے۔

یوروپین مصنفین نے اپنی قدیم ترین کتابوں میں جو سندھی زبان سے متعلق ہیں داخلی اصوات کا ذکر نہیں کیا ہے۔ ایسٹ وک[2] (EASTWICK) اور ویتھن[3] (WATHEN) نے جو جو باتیں دریافت کی تھیں ان میں اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ ہو سکتا ہے کہ انھوں نے داخلی اصوات کے وجود کو تسلیم ہی نہ کیا ہو کیوں کہ سندھی کے بارے میں ان کے بیانات قدرے ناقص ہیں اور انھوں نے اس زمانہ کے داخلی اصوات والے الفاظ کو

---

[1] J.BLOCH : LAFORMATION DE LA LANGUE MARATNE.
صفحہ ۸۱ پیرس - ۱۹۱۴ء -

[2] EASTWICKS : A VOCABULARY OF THE SCINDEE LANGUAGE
جنرل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، شاخ بمبئی جلد XIV - ۲ : ۲۲-۱ ، ۱۸۳۷ء

[3] W.H.WATHEN : A GRAMMAR OF THE SINDHI LANGUAGE.
بمبئی - ۱۸۳۶ -

چھوا بھی نہیں ہے۔ اسٹیک[1] (STACK)، برٹن[2] (BURTON)، ٹرمپ[3] (TRUMPP) اور گریرسن[4] (GRIER SON) نے ان تمام خصوصی آوازوں کو زوردار تلفظ یا غیر معروف گردانا ہے۔ ٹرمپ نے لکھا ہے کہ داخلی اصوات اشتقاقی لحاظ سے دہرائے ہوئے وقفے ہیں۔ گریرسن نے بھی اس کی ہم نوائی کی ہے اور کہا کہ "یہ سب دہرائے ہوئے حروف کی آوازیں ہیں جو ہندوستان کے کئی علاقوں میں مستعمل ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہ ایک لفظ کی ابتدا میں بھی آتے ہیں۔ یہی سندھی زبان کے دہرائے ہوئے حروف ہیں۔" بیلی[5] (BAILEY) اور ٹرنر[6] (TURNER) نے سب سے پہلے ان داخلی اصوات کو تسلیم کیا اور بتایا کہ یہ اصوات سانس کو اندر کی طرف لینے سے پیدا ہوتی ہیں۔ ٹرنر نے پشتو سندھی سے ماقبل والے الفاظ کے اشتقاق تاریخی طور پر بیان کیے ہیں۔ یہ داخلی اصوات ایک لفظ کی ابتدا میں بغیر سانس والے وقفے معلوم ہوتے ہیں اور وہ جب درمیان میں آتے ہیں تو دہرے وقفے ہو جاتے ہیں۔ یہ بات مرہٹی، پنجابی یا گجراتی میں نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ ان میں تو سنسکرت کے اصلی وقفے جوں کے توں برقرار ہیں۔ خوب چندانی[7] نے

۱؎ G. STACK: A GRAMMAR OF THE SINDHI LANGUAGE بمبئی ۱۸۴۹ء۔

۲؎ F. BURTON: THE SINDHI AND RACES THAT INHABIT THE VALLEY OF THE INDUS. لندن ۱۸۵۱ء

۳؎ E. TRUMPP: GRAMMAR OF THE LANGUAGE لندن ۱۸۶۲ء

۴؎ G. A GRIERSON مذکورۂ بالا صفحہ ۲۲-۲۳

۵؎ G. BAILEY: THE SINDHI IMPLOSIVES لندن یونی ورسٹی، بولیٹن آف دی اسکول آف اورینٹل اینڈ افریقین اسٹڈیز جلد ۲ حصہ دوئم صفحہ ۸۳۷ لندن ۱۹۲۲ء۔

۶؎ R. TURNER مذکورہ بالا صفحہ ۲-۱۵

۷؎ L. KHUB CHANDANI مذکورہ بالا صفحہ ۱۲

البتہ گجراتی میں داخلی اصوات کی کچھ مثالیں بیان کی ہیں اور کہا ہے کہ اس سمت میں ارتقائی عمل اب تک جاری ہے۔ روہڑا (ROHRA)[1] کا خیال ہے کہ کچھی زبان کے کچھ داخلی اصوات وسطی عہد کی گجراتی سے منسوب کیے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ کچھی زبان وسطی سندھی اور وسطی گجراتی کے ملاپ ہی سے پیدا ہوئی ہے۔ اس کا پتہ اس وقت لگتا ہے کہ جب چودھویں صدی عیسوی میں وسطی گجراتی کے حروف علت میں تغیر ہونے لگا تھا۔ اگر اس نظریہ کو مان لیا جائے اور کچھی بھی ایک مستقل زبان تسلیم کرلی جائے (برخلاف اس خیال کے کچھی سندھی ہی کی ایک بگڑی ہوئی شکل ہے) تو پھر داخلی اصوات کا زمانہ وسطی سندھی یا وسطی گجراتی سے پہلے کا ہے۔ جب داخلی اصوات گجراتی میں موجود ہی نہ ہوں تو پھر ان کا وجود اس وقت ہوا جب کہ قدیم سندھی اپنی ہم رشتہ زبانوں سے الگ ہوئی اور وسطی گجراتی (یعنی ۱۴۰۰ء) کا رواج نہیں ہوا تھا۔

بہرحال آغاز کیسا ہی ہوا ہو۔ یہ بات البتہ صاف ہے کہ داخلی اصوات اب دوہرے وقفے نہیں مانے جاتے۔ سانس اندر لے جانے کو دوہرانا کہنا غلط ہے۔ ایک اصلی سندھی باشندہ ناآہنگ داخلی صوت کے عوض کبھی کبھار خارجی صوت کا وقفہ استعمال کرتا ہے۔ جب ایسی لغزش ہوتی ہے تو دوہرانے کی علامت کہیں نہیں ملتی۔ اس سیدھے سادھے طریقے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ داخلی اصوات کا ایک لاشعوری ذخیرہ چھوٹی چھوٹی اکائیوں میں موجود ہے۔ اور جس میں اَدل بدل ہونے کا رجحان پایا جاتا ہے جو اب اپنی آخری حد تک مکمل ہو چکا ہے۔

اس سے ملتا جلتا ایک مسئلہ ہے کہ مروّجہ خارجی آواز والے وقفے سندھی میں کیسے ظہور میں آئے؟ کیونکہ قدیم سندھی والے بغیر سانس لیے ہوئے وقفے موجودہ سندھی میں داخلی ہو جاتے ہیں۔ پھر بغیر سانس والے وقفے حالیہ سندھی میں بھی آواز والے کیوں ہو جاتے

---

[1] S. K. ROHRA : سندھی، کچھی اور پردیسی سندھی۔ انڈین لنگوسٹکس۔ جلد ۳۲ نمبر ۲ صفحہ ۱۳-۱۳۱۔ بمبئی۔ اپریل ۱۹۷۱ء

ہیں ؟ گراسمین (GRASSMAN) نے ایک اصول مرتب کیا ہے جس کی بناء پر یوروپی زبانوں میں مختلف آواز کی تبدیلیوں کو ہموار کردیا جاتا ہے ۔ اسی اصول سے ہمیں مذکورہ مسئلہ کا حل ملتا ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی لفظ میں آواز والا حرف ہو جو سانس کے سانس نکلتا ہو اور اسی کے ساتھ ملا ہوا ایک دوسرا حرف "ھ" جیسا ہو تو وہ بغیر سانس سے نکلنے والا ہوجاتا ہے ۔ مثلاً

سنسکرت ؛ دھیتھو　　　سندھی : ڏٺو

〃　　: بھوکھو　　　〃　　: بکيو

اس سے معلوم ہوا کہ سانس کو بند کرنے کی خصوصیت داخلی صوت کے بعد وجود میں آئی اگر ب ، پ اور ٻ ، ب ہوجاتے ہیں تو سانس کو بند کرنے کی عادت داخلی صوت کے مقابلے میں بعد میں وجود میں آئی - ورنہ سانس بند کردینے والا وقفہ خود ہی داخلی صوت ہوجاتا ہے ۔

بعض داخلی اصوات کے بجائے آواز والے خارجی اصوات مستعمل ہوتے ہیں اور یہ سب دخیل ہیں جو قرب و جوار کی زبانوں سے لیے گئے ہیں اور یہ ان چیزوں کے لیے ہیں جو سندھی زبان میں مفقود ہیں ۔ یا اپنا مفہوم بدل چکے ہیں ۔ اس کی ایک مثال سندھی میں ڳورو (خوب صورت چہرے والا) اور گھورڻ (سفید کرنا یا ہونا) کی ہے ۔ یہ دونوں لفظ بظاہر سنسکرت والے گورا (یعنی اجلے چہرے والا) سے ملتے جلتے ہیں ۔ اس سے داخلی صوت کے ساتھ جو فعل کا صیغہ بنا وہ بلا واسطہ مشتق ہوا اور اس سے خارجی صوت کے ساتھ صفت کا صیغہ بنالیا گیا جو ممکن ہے کہ اردو یا ہندی سے لیا گیا ہو ۔

سندھی کے داخلی اصوات کو تلاش کرنے سے اس زبان کے آغاز کا سراغ ملتا ہے داخلی اور خارجی شہادتوں کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ داخلی اصوات ۱۴۰۰ء سے قبل وجود میں آئے اور اس وقت سندھی اپنی ہم رشتہ زبانوں سے الگ اپنا تشخص قائم کرچکی تھی ۔ ٹرنر[1] (TURNER) کا تو پختہ خیال ہے کہ یہ صورتِ حال راجہ اشوک کے عہد

---

[1] آر ایل ٹرنر THE SINDHI RECURSIVES لندن یونیورسٹی - مجلہ مطالعات علوم مشرقیہ و افریقیہ جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۳۱۵

(سنہ ۲۵ ق ۔ م) سے لے کر پہلی صدی عیسوی تک ظہور پذیر ہوئی ۔ فارسی اور عربی سے جو الفاظ سندھی میں آئے ان میں اصلی وقفوں کو برقرار رکھا گیا اور یہ ثابت کر دیا گیا کہ داخلی صوت کی خصوصیت بدلی نہیں جا سکتی ۔ یہ زمانہ بڑی طویل مدت کا ہے ۔ اس زمانے میں زبان کچھ اور بھی ترقی کر سکتی تھی ۔ لیکن کتابوں میں سند نہ ملنے کی وجہ سے تاریخ کا تعین کرنا مشکل ہے ۔ اس سلسلہ میں انیسویں صدی کے وسط میں حروف تہجی کے بارے میں جو مناقشہ ہوا اس سے ان مشکلات کا پتہ چلتا ہے جو لکھتے وقت پیش آ رہی تھیں ۔

جب ہمیں تاریخ وار مواد نہ ملے تو پھر زبان کی فنی خصوصیات پر انحصار کرنا پڑتا ہے تاکہ کچھ نہ کچھ تاریخ وار باتیں متعین ہو سکیں ۔ اس سلسلے میں ایم ۔ سوڈیش[۱] (M. SWADESH) نے ایک طریقہ تجویز کیا ہے جو آر ۔ لیز[۲] (R. LEES) نے باقاعدہ مرتب کیا ہے ۔ سوڈیش نے ان یوروپی زبانوں میں باہمی رشتہ قائم کرنے کی کوشش کی ہے جن کے متعلق سنہ ۱۵۰۰ء سے پہلے کوئی بیّن ثبوت نہیں ملتا ۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ یوروپ کی بیشتر زبانیں طویل و عریض علاقوں میں بولی جاتی تھیں ۔ اور کچھ زبانیں ایسی تھیں جو چند مربع کیلو میٹر کے رقبے میں محدود ہو کر رہ گئیں تھیں ۔ ان زبانوں کی ساخت کا جائزہ لینے سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ ان کا ایک دوسرے کے ساتھ نحوی اور اشتقاقی تعلق تھا ۔ کسی زمانے میں چھوٹے علاقوں والی زبانیں بڑے وسیع پیمانے پر بولی جانے والی زبانوں سے نکلی تھیں ۔ اور بعض ایسے حالات بھی ملے ہیں جن سے وسیع پیمانے پر بولی جانے والی زبانوں کا زمانہ قدیم معلوم نہیں ہوتا بلکہ وہ حالیہ دور ہی میں پھیلی ہوئی معلوم ہوتی ہیں ۔ ان پھیلاؤوں کی وجہ سے سوڈیش نے اپنا طریقۂ کار نکالا ہے اور اس سے ایک زبان کا اس سے اگلی زبان سے مشتق ہونا ثابت کیا ۔ اس سے وہ الجھنیں بھی

---

۱ ایم ۔ سوڈیش SALISH INTERNATIONAL RELATIONSHIPS امریکی زبانوں کا بین الاقوامی مجلہ جلد ۶۰ صفحہ ۱۶۷-۱۵۷ - بالٹی مور سنہ ۱۹۵۰ء -

۲ آر ۔ لیز : CHRONOLOGY LANGUAGE THE BASICS OF GLOTT

دُور ہوگئیں جو تاریخ میں دُنت کتھاؤں کتھاؤں سے ہوتی ہیں۔ سُوَدیش کو کامل یقین تھا کہ ہر زبان کی ایک خاص مدّت ہوا کرتی ہے جو ایک انسان کی عُمرِ طبعی سے دس گنا یا اُس سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ ہر کوئی زبان کم از کم پانچ سَو سال تک بغیر کسی تغیر و تبدل کے زندہ رہتی ہے اور اپنی پیش رو زبان سے اس کی تین پشت تک مشابہت رکھتی ہے۔ چنانچہ یہ زمانہ پندرہ سو سال کا ہوتا ہے۔

زبانیں ثقافتوں کی آئینہ دار ہوا کرتی ہیں۔ اگر زبانیں بھی اتنی جلدی ہی بدلنے لگ جائیں جتنی جلدی کہ ثقافتیں بدلتی ہیں تو الفاظ اور ان کے صیغوں سے ہمیں کوئی بات ہاتھ نہ لگے گی۔ زبان کا کام ہی یہ ہے کہ وہ ضروریاتِ زندگی کی آئینہ دار رہے اور مدّتِ مدیدہ کے خیالات اور تصوّرات کو بغیر کسی ابہام اور پیچیدگی کے بیان کرتی رہے۔ یہ تصوّرات بُنیادی ہوا کرتے ہیں اور ان میں ہیر پھیر کا ہونا غیر ممکن ہوتا ہے اِلّا اس وقت جب کہ مخصوص حالات میں فرہنگ میں تبدیلی آئے۔ اس کی ایک ادنیٰ مثال لفظ "دو" کی ہے۔ یہ لفظ ہر ایک انڈو یوروپی زبان میں قریب قریب یکساں طور پر بولا جاتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق یہ لفظ تین ہزار سال سے جُوں کا توں پایا جاتا ہے۔ اس کے برعکس بہت سے الفاظ اپنی نوعمری میں ختم ہوجاتے ہیں۔ وجہ صاف ظاہر ہے۔ ان کا جنم کسی عامیانہ بولی کی کوکھ سے ہوا تھا یا پھر وہ کسی خاص اسلوب اور طرزِ نگارش کی بنا پر مروج ہوئے تھے۔

زبانوں میں مشترک الفاظ کے مٹنے یا باقی رہنے کا اندازہ لگایا جائے تو ان کی ایک خاص شرح نکل آتی ہے۔ باقی رہنے والے الفاظ کی شرح ایک ہزار میں ۷۷ فی صد سے لے کر ۸۶ فی صد مقرر کی جاسکتی ہے۔ اگر اس سے اوسط شرح نکالی جائے تو وہ ۵–۸۰ فی صد آتی ہے۔ اس کا اطلاق گزشتہ پانچ ہزار برسوں کی زبانوں پر کیا جاسکتا ہے۔ یاد رہے کہ اس سے جو اعداد و شمار نکالے جائیں وہ چند خاص خاص برسوں میں یا دہائیوں میں فیصلہ کُن ثابت نہیں ہوسکتے۔ چند واقعات مثلاً جنگ یا فتوحات یا حوادثِ روزگار کی وجہ سے یہ شرح اپنی رفتار میں کسی خاص وقت میں تیز یا دھیمی ہوتی ہے۔ البتہ یہ

کمی بیشی طویل مدت میں معدوم ہو جاتی ہے۔ لیکن سالانہ طور پر تاریخوں کا صحیح تعین ختم ہو جاتا ہے۔

قرون وسطیٰ میں فرانس یا ہسپانیہ کی زبانوں کے تاریخی تذکرے پائے جاتے ہیں۔ ان تذکروں کا مطالعہ کرنے کے بعد ان کا ایک دوسرے سے تقابل کیا جائے تو اس زمانہ کی بہت سی باتوں کا تاریخ وار صحیح تعین کرنے کے لیے ایک اچھا سا نسخہ مل جاتا ہے۔ وہ یہ ہے :-

$$T = \log_e C \div 2 \log_e R$$

T سے مراد ہزاروں سال کی مدت ہے۔

C سے مراد دو زیر غور زبانوں میں یکساں الفاظ کی فی صد شرح ——— اور

R سے مراد ۸۰.۵ فی صد کا ثابتہ ہے۔

دو سو[۲] ایسے الفاظ کی فہرست بنائی جائے جو انسانی زندگی کے بنیادی تصورات کے حامل ہوں اور ان پر اس نسخہ کا اطلاق کیا جائے۔ سوڈیش کی مرتب کردہ فہرست میں ایسے الفاظ شامل کئے گئے ہیں مثلاً مرنا۔ کان۔ آدمی۔ بارش۔ ستارہ۔ پانی وغیرہ اس فہرست کو کئی بار استعمال کیا گیا تو انکشاف ہوا کہ مختصر فہرست سے بھی کام چل سکتا ہے۔ چنانچہ سو الفاظ کی فہرست[۱] بنائی گئی۔ البتہ قطعی طور پر ثبوت حاصل کرنے کے لیے

---

۱ فہرست مترادفات :-

تمام ۔ راکھ ۔ چھال ۔ پیٹ ۔ بڑا ۔ چڑیا ۔ کاٹنا ۔ سیاہ ۔ خون ۔ ہڈی ۔ سینہ ۔ بھائی ۔ جلنا ۔ پنجہ ۔ بادل ۔ سرد ۔ آنا ۔ بیٹی مرنا ۔ کتا ۔ پینا ۔ خشک ۔ کان ۔ مٹی ۔ کھانا ۔ انڈا ۔ آنکھ ۔ چربی ۔ باپ ۔ پر ۔ آگ ۔ مچھلی ۔ اڑنا ۔ قدم ۔ بھرا ہوا ۔ سرپیں ۔ اچھا ۔ ہرا ۔ بال ۔ ہاتھ ۔ سر ۔ سننا ۔ دل ۔ مارنا ۔ گرم ۔ میں ۔ برف ۔ جگر ۔ گھٹنہ ۔ جاننا ۔ پتہ ۔ بہت ۔ لمبا جوں ۔ آدمی ۔ پہاڑ ۔ گوشت ۔ چاند ۔ ماں ۔ نیا ۔ منہ ۔ نام ۔ گردن ۔ ایک ۔ رات ۔ ناک ۔ نہیں ۔ سڑک ۔ شخص بارش ۔ لال ۔ کہنا ۔ جڑ ۔ گول ۔ ریت ۔ بیٹھنا ۔ دیکھنا ۔ بیج ۔ بہن ۔ دھواں ۔ چمڑا ۔ سونا ۔ چھوٹا ۔ پتھر ۔ بیٹا ستارہ ۔ وہ ۔ سورج ۔ تیرنا ۔ دم ۔ دانت ۔ یہ ۔ تو ۔ زبان ۔ گرم ۔ درخت ۔ دو ۔ چلنا ۔ سفید ۔ پانی ۔ ہم ۔ کیا ۔ کون ۔ عورت ۔ زرد ۔

بڑے بڑے مجموعوں کا تقابل نہایت ضروری ہے۔ لیکن چھوٹی فہرستوں سے بھی مفید نتائج برآمد کیے جا سکتے ہیں۔

ٹرنر کے مشاہدات کی بنا پر اور روہڑا کی تنقید کی وجہ سے ایک مفید بات ہاتھ لگی اور وہ یہ کہ سندھی اور اس کے آس پاس والی زبانوں میں سٹوڈیش کا بنایا ہوا نسخہ استعمال ہوسکتا ہے۔ تاکہ ان کے درمیان باہمی رشتے معلوم ہوں۔ بنابریں سندھی اور دوسری آٹھ زبانوں کے سٹوسٹو الفاظ والی فہرست تیار کی گئی۔ جو آٹھ زبانیں استعمال کی گئیں وہ یہ ہیں :-

"پنجابی ، مرہٹی ، گجراتی ، بلوچی ، مروبلوچی ، پشتو ، سنسکرت
اور اوِشتَن۔"

طریقۂ کار یہ رکھا گیا کہ اس فہرست میں سے ہر لفظ کو تین مختلف ڈکشنریوں میں دیکھا جائے اور اس کا مقابلہ دادو ضلع کی زبان بولنے والے باشندے کی بولی سے کیا جائے جو سندھی ادبی بورڈ کا ایک اعلیٰ افسر بھی ہو۔ معلوم ہوا کہ وہ لفظ علمی زبان میں کافی حد تک مروّج اور مستند ہے۔

اسی طرح کئی الفاظ ان زبانوں کے لیے گئے اور ان کا مقابلہ مذکور بورڈ کے افسر کی زبان سے کیا گیا۔ جب تمام ڈکشنریاں موصوف سے اختلاف کرنے لگیں تب ہم نے موصوف کی بات کو قابلِ قبول نہ سمجھا۔ لیکن جب دو ڈکشنریوں میں باہمی اختلاف پایا گیا اور اُن میں سے ایک ڈکشنری موصوف سے بھی اختلاف کرنے لگی تو پھر ہم نے موصوف کی بات مان لی۔ اگر ان ڈکشنریوں میں سے ایک نے بھی موصوف سے اتفاق کیا تو پھر مذکورۂ بالا طریقۂ کار استعمال نہیں کیا گیا۔ (برسبیل تذکرہ یہ بھی کہہ دیا جائے کہ تمام موجودہ ڈکشنریاں سوائے چند کے اپنے بیانات میں ناکافی ثابت ہوئیں ان میں دیئے گئے اقتباسات بھی گمراہ کن تھے۔ وہ تو صرف مفید باتوں کو مسخ کرتے ہیں سو مدنظر رکھیں یاد رکھیے کہ ڈکشنری کسی زبان کا گنج گراں مایہ نہیں ہوسکتی۔ البتہ ان کے ضخیم مجلدات کے مقابلے میں عام بول چال ہی ایک بیش بہا خزانہ ہوسکتی ہے۔)

آداب وضوابط کا ذکر نکل آیا ہے۔لہذا اس سلسلے میں یہ کہہ دینا چاہیے کہ سندھی زبان سے مواد حاصل کرکے دُوسری زبانوں کے مواد سے مقابلہ کیا گیا ہے۔اور اس ڈھانچہ میں ۱۰۷ باتوں کو شامل کرلیا گیا ہے۔تاکہ تصدیق کرنے میں آسانی رہے۔تمام اعداد کی شرح فی صد نکالی گئی اور مذکورہ بالا نسخہ استعمال کیا گیا۔غلطی کی گنجائش اس فارمولے سے ہے۔

$$\triangle \sqrt{\frac{C(1-C)}{N}}$$

نکل آئی اور وہ یہ ہے۔

(a) $\mathrm{Log}_e\ (\triangle + c) \div 2\ \mathrm{Log}_e\ R = t\triangle$

(b) $T - t\triangle = X$

(c) $T + X =$ T کی مثالی غلطی ستر فی صد

تمام مقابلوں کے لیے ۱۹۵۵ء معیاری سال مقرر کیا گیا اور ذیل کے نتائج برآمد کیے گئے ۔

	C	X	T	تاریخ
سندھی شاہانی	۸۸۰۸ فی صد	۷۸	۲۷۴	سنہ ۱۶۸۱ء
سندھی ایم۔ایکارام جڈانی اور اے۔ڈی۔ٹولوانی	۹۴۰۳ " "	۵۵	۱۳۶	سنہ ۱۸۱۹ء
پنجابی	۶۲۰۶ " "	۱۶۴	۱۰۷۸	سنہ ۸۷۷ء
مرو بلوچی	۲۸۰۴ " "	۳۴۸	۲۹۰۱	سنہ ۹۴۶ ق م
بلوچی	۳۰۰۴ " "	۴۲۳	۲۷۴۲	سنہ ۷۸۷ ق م
پشتو	۱۵۰۹ " "	۴۶۵	۴۲۳۷	سنہ ۲۲۸۲ ق
مرہٹی	۴۶۰۷ " "	۲۲۶	۱۷۵۳	سنہ ۲۰۲ء
گجراتی	۵۷۰۷ " "	۱۸۴	۱۲۷۴	سنہ ۶۸۱ء
سنسکرت	۳۸۰۷ " "	۲۰۷	۲۱۸۷	سنہ ۲۳۲ ق
اوِسْتن	۳۴ " "	۳۰۲	۲۴۸۶	سنہ ۵۳۱ ق

اِس گوشوارے کو دیکھنے سے کئی باتیں سامنے آتی ہیں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ تمام ڈکشنریاں قدامت پسند ہیں اور وہ نئے الفاظ کو اتنی جلدی قبول نہیں کرتیں جتنی جلدی کہ وہ عام بول چال اور محاوروں میں مقبول ہو جاتے ہیں۔ پھر ڈکشنریاں بھی وقت گزرنے کے ساتھ ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگتی ہیں اور یہ عرصہ ۱۳۶ سالوں سے لے کر ۲۷۴ سالوں تک کا ہوتا ہے۔ ۲۷۴ سالوں کے بعد وہ ڈکشنری کسی خاص بات کے لیے یا اپنی محدود افادیت کے لیے باقی رہتی ہے اور مابعد زمانہ کے لیے بے محل اور غیر ضروری ثابت ہوتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بقول گریرز سندھی زبان نے اپنی پیش رو زبان سے اشوک کے عہد کے لگ بھگ ایک جداگانہ تشخص قائم کر لیا تھا اور وہ ۲۶۷ ± ۲۳۲ ق م سالوں میں ایک مؤثر زبان بن چکی تھی۔ ان برسوں سے اس کا الگ ہونا ظاہر ہوتا ہے اور ۲۶۷± سالوں کی مدت سے یہ بھی واضح ہوا کہ اس تشخص قائم کرنے کی رفتار بہت دھیمی تھی اور تکمیل کے لیے ایک طویل مدت درکار تھی۔

تیسری بات یہ ہے کہ سندھی کی مغربی زبانیں یعنی پشتو اور بلوچی اپنی پیش رو زبانوں سے بہت عرصہ پہلے بمقابلہ سنسکرت اور اویستن جدا ہو چکی تھیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ سندھی زبان کا میل جول اس کے قرب و جوار کی زبانوں سے بہت عرصہ تک رہا اور وہ ایک دوسرے سے متاثر ہوتی رہیں۔ مشرق کی طرف بھی اگر سندھی کا اپنی ہم رشتہ زبانوں سے میل جول رہا ہو تو ہو سکتا ہے کہ ان زبانوں کی یکساں باتوں میں تبدیلی رونما ہوئی ہو بظاہر ایسی کوئی تبدیلی معلوم نہیں ہوتی جو غیر نسلی زبان کے اثر سے رُونما ہوئی ہو۔ البتہ وسط ایشیا کی زبانوں نے پشتو کو جداگانہ زبان بنانے میں ایک پُر زور کردار ادا کیا ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ سندھی کا پنجابی، گجراتی اور مرہٹی سے بہت گہرا لگاؤ ہے۔ مدت کے لحاظ سے پنجابی قریب ترین معلوم ہوتی ہے اور مرہٹی بعید ترین۔ اس بات سے اور روہڑا اور خوب چندانی کی تحقیقات سے یہ نتیجہ نکلا کہ سندھی میں داخلی اصوات کی ابتدا اس وقت ہوئی جب وہ پنجابی سے بچھڑنے لگی اور وسطی گجراتی نمود میں آنے لگی۔ بالفاظِ دیگر یہ واقعہ ۵۰۰ء سے ۱۴۰۰ء تک کا ہے۔ داخلی اصوات میں جو نقص ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوتا

ہے کہ یہ واقعہ اس عہد کے آخر کا ہے نہ کہ ابتدا کا۔ اگر یہ واقعہ ۵۰ء کے لگ بھگ ہوا ہوتا تو داخلی اصوات کے لیے بہت لمبی مدت مل جاتی اور اس کے بھی پانچ وقفے قائم ہو جاتے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ خصوصیت خاصی قدیم ہے اور مخارج اصوات کی موجودہ تبدیلی اس خصوصیت کے تدریجی فقدان کی غمازی کرتا ہے۔ اس سلسلے میں کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جس کی مخالفت نہ کی جاسکے۔ چنانچہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات بہت کم وقت سے ظہور میں آئی ہے۔

اور سب سے آخری بات یہ ہے کہ سندھی کا سنسکرت اور اُوشتن سے باہمی تعلق کافی پرانا ہے۔ بے شک چند صدیوں تک فارسی زبان کا اثر بھی سندھ کی اجتماعی اور انفرادی زندگی پر رہا ہے لیکن فارسی کے ساتھ سندھی زبان کے تعلقات اتنے مضبوط اور دُور رس نہیں ہیں جتنے کہ سنسکرت کے ساتھ ہیں۔ سندھی بول چال کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ فارسی کا اثر صرف دفتری تھا اور اس کا دائرہ شعر و شاعری اور ادب تک محدود تھا۔ عامۃ الناس فرسودہ اور عام فہم الفاظ بولا کرتے تھے۔ ایسی صورت حال کو "دو لختہ" کہا جاتا ہے۔ دو لختہ میں ایک ہی زبان دو الگ الگ صورتوں میں مستعمل ہوتی ہے۔ مزید تحقیقات کرنے سے اس موضوع پر کچھ اور روشنی دستیاب ہوسکتی ہے۔

مختصر یہ کہ سندھی زبان میں داخلی اصوات کے وقفے کا ہونا ایک عجیب خصوصیت ہے جو ہند یورپی زبانوں کے نظام اصوات کا ایک جُزو بن گیا ہے۔ بارہ سو سال پہلے وہ سنسکرت کے دوہرے وقفوں سے بنائے گئے تھے۔ اس کی تائید ہو جاتی ہے جب لغت اور اعداد و شمار پر تلاش اور تجسس کی جائے۔ مزید تحقیق کے کام سے اس معاملہ میں یقینی طور پر کہا جاسکے گا۔ اگر لغت اور اعداد و شمار پر بھروسہ کیا جائے تو سندھی زبان میں اس کے شمال و جنوب والی زبانوں سے بہت زیادہ یگانگت پائی جاتی ہے بہ نسبت ان زبانوں کے جو اس کے مغرب کی طرف ہیں۔